جستجو، شمارہ ۹، بزمِ جستجو، شعبہ علومِ اسلامیہ وعربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

اختلافِ آئمہ اور امت کے لیے سہولت

حافظ ذوالفقار علی

ABSTRACT:

Stability and everlasting are key attributes of Islamic Shariah.These qualities require flexibility and relaxation. This flexibilityappears in the shape of view differences in various schools of thought. The.view differences in Islamic Fiqh does not mean at all that theseare controversial or source of mutual conflicts,but all views points are follow able inifferent circumstances.The opions-differ in Fiqha brings out many ways of act upon Islamic commands.Most of the prominent Islamic scholars liked this opionions-differ and declared it as Allah's mercy upon this Ummah.

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کا حسن اختلاف اور تنوع میں رکھا ہے۔ یہ اختلاف ہمیں چہار سُو پھیلا نظر آتا ہے۔ ایک ہی زمین میں ایک ہی پانی سے نشوونما پا کر اگنے والے پودے اور ان کے پھل، پھول، ٹہنیاں اور پتیاں، رنگ، خوشبو اور ذائقے مختلف ہیں۔ اس دنیا میں کروڑوں انسان ہیں مگر ان میں شکل وصورت اور مزاج کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ چند مربع انچ کے چہرہ کے خدوخال ہر انسان کے مختلف ہیں۔ حتی کہ ہاتھ کے انگوٹھے کا آخری پور جو کہ اوسطاً ایک ڈیڑھ انچ کا ہے، اس کی لکیریں کروڑوں انسانوں کی آپس میں یکساں نہیں ہیں۔ ایک ہی ماں اور باپ کی اولاد کی عادات واطوار اور پسند ناپسند میں اختلاف نظر آتا ہے، علیٰ ہذا القیاس۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں اس اختلاف کا پایا جانا اس کے محمود اور مطلوب ہونے کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾(1)

''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے خاندان اور قبیلے بنا دیے تاکہ تم پہچانے جاؤ۔''

تمام انسانوں کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کر کے تعارف وشناخت کی غرض سے ان کو

پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ وعربی، گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی فیصل آباد

☆احتفظ بمذكرة في جيبك ترتب لك اعمالك وتنظم اوقاتك وتذكرك بمواعيدك وتكتب بها ملاحظاتك.☆

جستجو، شمارہ ۹، بزمِ جستجو، شعبہ علوم اسلامیہ وعربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

خاندانوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا۔ اس مقصد کی غرض سے صرف خاندان اور قبیلوں کی تقسیم ہی نہیں بلکہ ایک دوسرے زاویے سے دیکھا جائے تو دنیا کے تمام شناختی نظام (انگلیوں کے نشانات، آنکھوں کی شناخت کا عمل، چہرے کے خدوخال وغیرہ) بھی 'لتعارفوا' کی تشریح وتعبیر میں داخل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں انسان کو مختلف صورتیں، متنوع اسباب ووسائلِ حیات اور کئی اقسام کی نعمتیں عطا کی ہیں، وہاں ہر فرد کی سوچنے، سمجھنے، مافی الضمیر بیان کرنے اور اپنی رائے قائم کرنے کی صلاحیتوں میں بھی تنوع رکھا ہے۔ قرآن مجید میں مشورہ کا طریق اختیار کرنے کی جو ترغیب دی گئی ہے[۲] اور اسے مسلم معاشرے کی ایک خصوصیت کے طور پہ ذکر کیا گیا ہے،[۳] اس کا تعلق بھی فکر ونظر کے اختلاف سے ہے۔ اختلافِ آراء انسان کی اجتماعی زندگی کو تہذیبی وسعت وارتقاء دینے کے ساتھ انفرادی معاملات کے مختلف پہلوؤں کو سامنے لانے میں بھی مدد ومعاون ہوتا ہے۔

لفظ اختلاف کا مادہ 'خ۔ل۔ف' ہے۔ ابنِ فارس نے اس کے تین معانی ذکر کیے ہیں:

۱۔ ایک چیز کا دوسری کے بعد آنا اور اس کے قائم مقام ہونا۔

۲۔ قُدام (آگے، سامنے) کی نقیض اور متضاد۔

۳۔ تغیر[۴]

اس مادہ سے ''اختلاف'' بابِ افتعال سے مصدر ہے۔ باب افتعال کی خاصیت: ماخذ بنانا یا ماخذ تک پہنچنا ہے۔ فیروز آبادی اختلاف کے معنیٰ میں رقم طراز ہیں:

''واختلف ضد اتفق، اختلاف الوحوش مقبلة مدبرة''[۵]

''اختلاف، اتفاق کی ضد ہے، جانوروں کا ایک دوسرے کے آگے پیچھے چلنا اختلاف کہلاتا ہے۔''

درج بالا معانی واضح کرتے ہیں کہ اختلاف کا مفہوم ناموافقت اور فرق وتفاوت ہے۔ امام راغب اصفہانیؒ کے مطابق اختلاف کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے:

''الاختلاف والمخالفة ان یاخذ کل واحد طریقا غیر طریق الآخر فی حاله او قوله''[۶]

''ہر ایک کا اپنی حالت یا اپنے قول میں دوسرے سے جدا راستہ اختیار کرنے کو اختلاف اور مخالفت کہا جاتا ہے۔''

یعنی کسی نزاع یا شقاق کو نہیں بلکہ لوگوں کے مابین ایک دوسرے سے الگ رائے اور جدا حالت اختیار کرنے کو اختلاف کہا جاتا ہے۔ مزید وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ولما کان الاختلاف بین الناس فی القول قد یقتضی التنازع، استُعیر ذٰلك للمنازعة والمجادلة''[۷]

جستجو، شمارہ۹، بزمِ جستجو، شعبہ علوم اسلامیہ وعربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

''جب لوگوں کا کسی قول میں باہم اختلاف عموماً جھگڑے کا سبب بنتا ہے تو اس وقت اسے بطور استعارہ نزاع اور جدال کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔''

درج بالا تعریفات پر غور کرنے سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اصل لغت کے اعتبار سے اختلاف کے معنی میں تنازع یا مجادلہ نہیں پایا جاتا۔ اگر اختلاف کو کبھی جدال وشقاق کے معنی میں استعمال بھی کیا جاتا ہے تو وہ بطور استعارہ کیا جاتا ہے، اپنے اصل معنی کے اعتبار سے نہیں۔ اختلاف اور ضد کے مابین فرق کو واضح کرتے ہوئے امام راغب کا کہنا ہے کہ اختلاف، ضد سے زیادہ عام ہے، کیوں کہ ہر دو ضدیں مختلف ہوتی ہیں لیکن دو مختلف چیزوں کا ایک دوسری کی ضد ہونا ضروری نہیں۔(۸) اس کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ مثلاً رنگوں میں سفید اور سیاہ ایک دوسرے کی ضد بھی ہیں اور باہم مختلف بھی ہیں، جب کہ سرخ اور سبز باہم مختلف تو ہیں لیکن ایک دوسرے کی ضد نہیں ہیں۔

اسلام ہر دور میں ہر طبقۂ انسانی کے لیے پوری طرح قابلِ عمل نظامِ زندگی ہے جو قدم قدم پر انسانیت کی رہنمائی کرتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو دوسرے سے مختلف لیاقت وقابلیت اور فہم و فراست عطا فرمائی ہے اس لیے لوگوں کے اندازِ فکر اور نظریات وافکار وغیرہ بہت سی چیزوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ کے اساسی ارکان وقواعد پر کلی اتفاق رکھتے ہوئے ان کی تعبیر وتشریح میں سنجیدہ اختلاف اور ان کی مختلف جہات پر غور وفکر کرنے کی اسلام کشادہ دلی سے اجازت دیتا ہے۔ حدود اور آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے ثانوی وفروعی امور میں بہتر اور افضل کی تلاش میں اختلافِ رائے کا ہونا اُمت کے لیے مفید اور سہولت کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے اسلام کی صورت میں ایک ضابطۂ حیات نازل کرتے وقت نہ صرف اس اختلاف کی رعایت کی ہے بلکہ اسے محمود ومسعود قرار دیا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے درست اجتہاد پر دوہرے اجر کی نوید سنانے کے ساتھ غلطی کی صورت میں بھی اکہرے اجر وثواب کا مستحق گردانا ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اِذا حکَم الحاکِمُ فاجتھد ثُمّ اصاب فلهٗ اجرَان وإذا حکَم فاجتهَد ثُمّ اَخطأَ فلهٗ أجر''(۹)

''جب حاکم کسی بات کا فیصلہ کرنے میں اجتہاد سے کام لے اور درست اجتہاد کرے تو اس کے لیے دوگنا اجر ہے، اور اگر فیصلہ کرنے میں اجتہاد کرے اور غلط اجتہاد کر بیٹھے تو اسے ایک ثواب ملے گا۔''

فہم ولیاقت اور فراست کے اختلاف کے علاوہ انسانی زندگی کا ہر دور میں تغیر پذیر رہنا بھی احکام کی توجیہات میں اختلاف کا باعث بنتا ہے۔ اس بات کا تجزیہ کرتے ہوئے معروف سعودی مصنف اور ریاض کی جامعۃ الامام محمد بن سعود کے سابقہ چانسلر ڈاکٹر عبداللہ عبدالمحسن الترکی نے لکھا ہے کہ حیات

جستجو،شمارہ۹،بزم جستجو،شعبہ علوم اسلامیہ وعربی،گورنمنٹ کالج یونیورسٹی،فیصل آباد

انسانی کے وہ حوادث جن میں تغیر رونما نہیں ہوتا،شریعت اسلامیہ نے ان کی تفصیل وتوضیح کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اسی لیے ان میں بہت کم اختلاف پایا جاتا ہے،مثلاً عقائد وعبادات کے علاوہ مواریث اور نکاح ووفات کے احکام جن کو احوال شخصیہ کہا جاتا ہے۔ اس کے بخلاف وہ امور جو تغیر پذیر ہیں،ان کے بارے میں شریعت نے ایسے قواعد عامہ وضع کردیے ہیں جن سے تمام حوادث وواقعات کے احکام مستنبط کیے جاسکتے ہیں۔ مجتہدین عظام کا کارنامہ یہی ہے کہ انہوں نے واقعات کو نصوص پر منطبق کیا اور ان سے احکام کا استنباط کیا پھر اجتہاد بھی ایسی چیز نہیں کہ ہر کس وناکس اس کا اہل ہو، بلکہ اس کی کچھ حدود وقیود اور شرائط ہیں۔ علاوہ ازیں ارکان دین اور قواعد ملت میں علمائے امت کے مابین کبھی اختلاف پیدا نہیں ہوا۔ اختلاف جب بھی رونما ہوا فروعات دین میں ہوا۔ جب صورت حال یہ ہے تو علمائے مجتہدین بھی آخر انسان ہی تھے،ان سے نتیجہ اخذ کرنے،استنباط مسائل اور نظر وفکر میں اختلاف کا رونما ہونا کچھ محل حیرت بھی نہیں ہونا چاہیے،خصوصاً اس لیے کہ نصوص نازلہ کے احوال کی معرفت اور دینی علوم کے فہم وادراک میں سب علماء کا درجہ یکساں نہیں ہوتا۔ اسی لیے استنباط مسائل میں ان کے ہاں اختلاف کا جنم لینا نہ تو محل استعجاب ہے اور نہ ہی اس سے شریعت اسلامیہ کا ہدف طعن بننا لازم آتا ہے۔"(۱۰)

علماء نے اختلاف کی اقسام میں جتنا کلام کیا ہے اس کی روشنی میں اختلاف کو دو اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ اختلاف محمود

۲۔ اختلاف مذموم

اختلاف محمود وہ اختلاف ہے جس کی بنیاد نکتۂ نظر اور زاویۂ نگاہ کا اختلاف ہوتا ہے۔ یہ تنوع کا اختلاف ہوتا ہے اور اس کی بنیاد میں کوئی واضح اور ٹھوس دلیل ہوتی ہے۔ اس میں نفسانیت کا کوئی حصہ یا غایہ نہیں ہوتا۔ اس کو فکری اختلاف یا اعتباری اختلاف بھی کہا جاسکتا ہے۔ فروعی مسائل کا اختلاف اسی قسم سے تعلق رکھتا ہے۔ علوم ومعارف مثلاً علم کلام، منطق، فلسفہ اور تصوف وغیرہ علوم میں پائے جانے والے تعبیر وآراء کے اختلافات بھی اسی قبیل سے ہیں۔ ان اختلافات کو اس نظر سے دیکھا جانا ضروری ہے کہ یہ محمود اور شریعت میں مطلوب اختلاف ہے، ورنہ جس شریعت کا بھیجنے والا ایک اللہ ہے، اس میں اختلافات کے پائے جانے سے کسی غیر مسلم کا بدظن ہونا اور اس پر اعتراض کرنے کا جواز اس کے ہاتھ آنا ایک فطری امر ہے۔

اختلاف کی یہ قسم شریعت میں مطلوب ہے اور اسے مشیت ایزدی کی تائید بھی حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ﴾(۱۱)

''اگر آپ کا رب چاہتا تو سب انسانوں کو ایک ہی امت بنا دیتا، مگر وہ تو ہمیشہ

جستجو، شمارہ۹، بزمِ جستجو، شعبہ علومِ اسلامیہ وعربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

اختلاف میں رہیں گے۔''

یعنی مشیتِ خداوندی یہ نہیں کہ یہ اختلاف ختم ہو جائے بلکہ اللہ کی مرضی یہ ہے کہ ایسا اختلاف برقرار رہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے زمین میں جو رنگا رنگ قسم کی چیزیں پیدا کی ہیں ان کو سورۂ نحل میں سبق حاصل کرنے والوں کے لیے نشانی کہا ہے۔(۱۲) سورۂ روم میں بندوں کی زبانوں اور رنگوں کے اختلاف کو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اپنی نشانیوں میں سے قرار دیا ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ اس میں علم رکھنے والوں کے لیے بھی غور وفکر کی بہت سی نشانیاں ہیں۔(۱۳)

مذکورہ آیات سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ جو اختلافات اس امت میں واقع ہوئے اور ہمیشہ ہوتے رہیں گے وہ مظاہرِ فطرت اور اس کائنات میں پائے جانے والے تکوینی اختلاف ہی کا حصہ ہیں۔ یہ اختلافات اگر اپنی حدود کے دائرہ میں رہیں اور ان کے اصول وآداب کو پیشِ نظر رکھا جائے تو یہ نہایت فائدہ منداور مثبت چیز ہے۔

کفار ومشرکین، ملحدین ومنافقین، یہود ونصاریٰ اور بت پرستوں وغیرہ سے دینی و مذہبی اختلاف بھی اسی قسم میں داخل ہے جو کہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے، اس سے پہلوتہی نہیں کی جاسکتی۔ مذموم اختلاف کی بنیادوں میں غرور وتکبر، بدگمانی، تعصب اور دوسرے کی رائے کا استخفاف کارفرما ہوتا ہے۔ اس اختلاف کا ظہور ذاتی معاملات، شخصی اغراض کے حصول اور اپنے علم وتفقہ کے اظہار کے لیے ہوتا ہے۔ اس میں تحقیقِ حق کی بجائے ہوائے نفس کا غلبہ ہوتا ہے اسی لیے یہ ہمیشہ فساد کا باعث بنتا ہے۔ علمائے امت نے ہر دور میں اختلاف کی اس قسم سے منع کیا ہے اور حتی الامکان اس سے بچتے رہنے کی سخت تاکید کی ہے۔

قرآن مجید میں جس اختلاف سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے وہ اختلاف کی یہی قسم ہے۔ مثلاً سورۂ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا﴾(۱۴)

''ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو تفرقہ واختلاف کا شکار ہو گئے۔''

بعض علماء نے اختلافِ محمود کو صرف ''اختلاف'' اور اختلافِ مذموم کو ''خلاف'' سے تعبیر کیا ہے اور ان دونوں میں درج ذیل وجوہ سے فرق وامتیاز کیا ہے:

۱۔ اختلاف یہ ہے کہ منزلِ مقصود ایک ہو، لیکن اس تک پہنچنے کے راستے جدا ہوں، جب کہ خلاف یہ ہے کہ منزل بھی الگ الگ ہو اور راستہ بھی جدا جدا ہو۔

۲۔ اختلاف کا مدار دلیل پر ہوتا ہے، خلاف کا مدار کسی دلیل پر نہیں ہوتا۔

۳۔ اختلاف رحمت کے آثار میں سے ہے، جب کہ خلاف آثارِ بدعت میں سے ہے۔

۴۔ اگر قاضی صرف خلاف کے مطابق فیصلہ دے تو اس کو فسخ کر دینا جائز ہے، بخلاف اختلاف کے،

جستجو، شمارہ۹، بزمِ جستجو، شعبہ علومِ اسلامیہ وعربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

کیوں کہ خلاف قرآن، سنت اور اجماع کے خلاف ہوتا ہے اور ایسی جگہ واقع ہوتا ہے جہاں اجتہاد جائز نہیں ہوتا۔[۱۵]

۵۔ اختلاف میں لفظی تغایر ہوتا ہے، حقیقی تغایر نہیں ہوتا۔ اسی لیے جہاں اختلاف لفظی ہو اور دونوں اقوال کو جمع کرنا ممکن ہو وہاں عام طور کہا جاتا ہے کہ یہ اختلاف ہے، خلاف نہیں ہے۔

۶۔ اختلاف کسی منزل تک پہنچنے کے وسائل میں ہوتا ہے، غایت میں نہیں، جب کہ خلاف غایت اور وسائل دونوں میں ہوتا ہے۔[۱۶]

ڈاکٹر طٰہٰ جابر فیاض علوانی نے اختلاف کی ان اقسام کو ''اختلافِ مقبول'' اور ''اختلافِ مردود'' کا نام دیا ہے اور اختلافِ مقبول کے درج ذیل فوائد بتائے ہیں:

۱۔ نیت درست ہو تو ان سارے احتمالات کو جاننے کا موقع ملتا ہے جن میں کسی بھی رخ سے دلیل دینا ممکن ہو۔

۲۔ ایسے اختلافات سے ذہنی ریاضت اور تبادلۂ خیالات کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور مختلف اذہان جو مفروضات قائم کر سکتے ہیں ان کی راشنی میں غور وفکر کے دروازے کھلتے ہیں۔

۳۔ ایک مسئلہ کے متعدد حل سامنے آجاتے ہیں جن سے درپیش مسئلہ کے دین کے زیادہ مناسب حل کی طرف رہنمائی ہو جاتی ہے۔

مذکورہ فوائد اسی صورت میں ممکن ہیں جب اختلاف اپنی ان حدود سے تجاوز نہ کرے جن کی رعایت کرنا ہر حال میں ضروری ہے۔ اگر اپنی حدود سے متجاوز ہو جائے تو اختلاف کی بجائے جدال و شقاق کی صورت اختیار کر لے گا جس سے منفی نتائج برآمد ہوں گے اور یہ اختلاف تعمیر کی بجائے تخریب کا سبب بن جائے گا۔[۱۷]

اجتہادی مسائل میں اختلاف ایک فطری عمل ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب تک صحابہؓ کے مابین موجود رہے اس وقت اگر کسی معاملہ میں کوئی اختلاف وقوع پذیر ہو جاتا تو وہ معاملہ آپ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا جاتا، چونکہ آپ ﷺ شارع کی حیثیت سے تشریف فرما تھے اس لیے اس معاملے میں آپ ﷺ فیصلہ فرما دیتے، اور جو فیصلہ آپ ﷺ فرماتے وہ سنت کا درجہ اختیار کر جاتا۔ آپ کے وصال کے بعد شریعت کے وہ احکام جو اپنی دلالت، صحت اور ثبوت کے اعتبار سے درجۂ قطعیت کے حامل نہ تھے یا ان سے متعلق رسول اللہ ﷺ سے ایک سے زیادہ قول یا عمل منقول تھے، ان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اجتہاد سے کام لیا۔ اسی طرح وہ احکام جن کو بیان کرنے کے لیے کتاب وسنت میں ایسے الفاظ استعمال ہوئے جو ایک سے زیادہ معانی کا احتمال رکھتے تھے یا وہ معاشی، سیاسی، معاشرتی اور مذہبی معاملات جو مرورِ زمانہ کے ساتھ درپیش ہوئے اور ان کے بارے میں قرآن وسنت میں کوئی واضح نص موجود نہ تھی، ان کی شرعی حیثیت معلوم کرنے کے لیے صحابہ کرام نے اجتہاد اور قیاس کے نتیجے میں جنم لینے والی رائے سے کام لیا۔

جستجو، شمارہ ۹، بزمِ جستجو، شعبہ علومِ اسلامیہ و عربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

یوں کسی ایک مسئلہ میں متعدد آراء سامنے آئیں اور اس اجتہادی وفکری اختلاف کا ظہور دورِ صحابہ سے ہی شروع ہو گیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بے شمار مسائل کی جزئیات وتعبیرات میں اختلاف کیا اور اجتہادی مسائل میں ہمارے لیے گویا سنتِ اختلاف کو جاری فرما دیا۔ لیکن اس کے ساتھ یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ ان اختلافات کے باوجود صحابہ کرام کی باہمی محبت ومودت میں کوئی فرق نہیں آیا اور وہ ہمیشہ حقیقی بھائیوں سے بھی بڑھ کر ایک دوسرے سے محبت کرتے رہے۔ ان کے اس طرزِ عمل سے ہمارے لیے صرف اختلاف کی گنجائش ہی نہیں نکلتی بلکہ باہمی تعلقات کا تعین بھی ہوتا ہے کہ اجتہادی اختلافات کے باوجود افرادِ امت کو ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح پیش آنا ہے۔

اسلاف کے متعدد ایسے اقوال ہمارے سامنے آتے ہیں جن میں اختلافِ صحابہ کو نہ صرف مستحسن کہا گیا بلکہ اسے امت کے لیے باعثِ رحمت بھی قرار دیا گیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پوتے اور معروف تابعی حضرت قاسمؒ بن محمد نے فرمایا:

"کان اختلاف اصحاب رسول اللہ ﷺ رحمة للناس"[18]

"رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا اختلاف لوگوں کے لیے رحمت تھا۔"

ان کا ایک اور قول ہے:

"لقد نفع اللّٰہ تعالٰی باختلاف اصحاب النبی فی اعمالھم، لا یعمل العامل بعمل رجل منھم الا رأی انه فی سعة ورأی ان خیرا منه قد عمله"[19]

"اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے اختلاف سے یہ فائدہ پہنچایا ہے کہ جب کوئی شخص کسی ایک صحابی کے عمل کے مطابق عمل کرتا ہے تو وہ خود کو سہولت میں پاتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ جو عمل اس نے کیا ہے یہی عمل اس سے بہتر آدمی (صحابی) نے کیا تھا۔"

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ، جن کو امت نے پانچویں خلیفہ راشد کا لقب دیا ہے، فرماتے ہیں:

"ما احب ان اصحاب رسول اللّٰہ ﷺ لم یختلفوا لانه لو کان قولا واحدا کان الناس فی ضیق، وانھم ائمة یقتدی بھم ، ولو اخذ رجل بقول احدھم کان فی سعة"[20]

"مجھے یہ ہرگز اچھا نہ لگتا اگر صحابہ کرام اختلاف نہ کرتے، کیوں کہ اگر صرف ایک ہی قول ہوتا تو لوگوں کے لیے عمل کرنے میں دقت ہوتی۔ صحابہ کرام آئمہ ہیں اور ان کی پیروی کی جاتی ہے۔ اگر کسی آدمی نے کسی ایک صحابی کا قول بھی لے لیا تو وہ وسعت و سہولت میں ہے۔"

جستجو،شمارہ۹،بزمِ جستجو،شعبہ علومِ اسلامیہ وعربی،گورنمنٹ کالج یونیورسٹی،فیصل آباد

عون بن عبداللہؒ فرماتے ہیں:

"ما احب ان اصحاب النبی ﷺ لم یختلفوا فانھم لو اجتمعوا علی شیء فترکہ رجل ترک السنۃ ولو اختلفوا فاخذ رجل بقول احد اخذ السنۃ"(۲۱)

''مجھے اصحابِ نبی ﷺ کا اختلاف نہ کرنا، ناپسند ہوتا کیونکہ اگر وہ کسی ایک عمل پر جمع ہو جاتے اور کوئی شخص اس عمل کو چھوڑ دیتا تو وہ تارکِ سنت ہوتا، انہوں نے اختلاف کیا ہے اور کسی نے ان اصحاب میں سے ایک کے قول پر عمل کر لیا تو اس نے سنت پر عمل کیا۔''

فقہی مسائل ومعاملات میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا اختلاف اتنی اہمیت کا حامل ہے کہ امام مالکؒ نے فتویٰ کی شرائط بیان کرتے ہوئے فتویٰ دینا اس شخص کے لیے جائز قرار دیا جو لوگوں کا اختلاف جانتا ہو۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ کیا اس سے مراد اہلِ رائے کا اختلاف ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا اختلاف جانتا ہو اور قرآن وحدیث میں ناسخ ومنسوخ کا علم رکھتا ہو۔(۲۲)

صحابہ کرامؓ کا فقہی امور میں اختلاف کرنا تقاضائے بشری کے عین مطابق تھا کیونکہ ہر طبقۂ انسانی میں لوگوں کی طبائع، ذہنی استعداد، حفظ واتقان اور طریقِ استدلال واستنباط مختلف رہا ہے۔ قرآن وسنت کی کسی نص سے مختلف مسائل یا کسی واقعہ سے مختلف نتائج اخذ کرنا ایک فطری امر تھا۔ خیر القرون کے ان نفوسِ قدسیہ کا اختلاف اتنا بابرکت ثابت ہوا کہ اس سے باقی امت کے لیے شریعت میں یُسر وسہولت کے کئی پہلو نکلے۔

اصحابِ رسول ﷺ کے اختلافات کے نتیجے میں اَدبِ اختلاف وجود میں آیا۔ یہ ادبِ اختلاف مسلمانوں کی علمی روایت کی ایک بہت اہم بحث رہی ہے۔ اس اختلافِ رائے نے آگے چل کر ایک طرف باقاعدہ مذہبی وسیاسی مکاتبِ فکر کی صورت اختیار کر لی تو دوسری طرف بعض انتہا پسند فکری گروہوں نے اپنے طرزِ فکر اور طرزِ عمل سے علماء کو اس جانب متوجہ کیا کہ اختلافِ رائے کے آداب اور اخلاقی حدود کا تعین کیا جائے۔ قابلِ توجہ امر یہ ہے کہ امت میں اختلاف پر قدغن لگانے یا آزادیٔ رائے کو محدود کرنے کا رجحان پیدا نہیں ہوا۔ اس کی بجائے اختلافِ رائے کی اہمیت اور ضرورت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے اظہار کے لیے مناسب علمی واخلاقی آداب متعین کیے گئے۔ مسلمانوں کے علمی وفقہی ذخیرے میں اس حوالے سے نہایت عمدہ ابحاث موجود ہیں۔

آئمۂ فقہ کے اختلاف کا اکثر حصہ اختلافِ صحابہ پر مبنی ہے۔ فکر ونظر اور استخراجِ احکام کے ملکہ میں فطری تفاوت کے ساتھ ساتھ اپنے اپنے حالات اور ضروریات کی رعایت کے پیشِ نظر اصحابِ رسول ﷺ کے مابین جو فقہی وفروعی اختلاف پیدا ہوا، جب یہ تابعین اور تبع التابعین کے طبقات تک پہنچا تو انہوں

جستجو، شمارہ ۹، بزمِ جستجو، شعبہ علومِ اسلامیہ و عربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

نے اپنی توفیق اور اپنے اپنے دور اور علاقے کے احوال کے موافق اس اختلاف کا اثر قبول کیا۔ انہوں نے قرآن وسنت کے ساتھ ساتھ صحابہ کی اختلافی آراء سے بھی اعتناء کیا۔ اقوالِ صحابہ کو جمع کر کے بعض اقوال کو دوسرے اقوال پر ترجیح دی اور یوں استنباطِ احکام کی سمتیں متعین کیں۔ اس سے یہ سہولت پیدا ہوئی کہ کسی پیش آمدہ مسئلہ کا شرعی حکم آسانی سے معلوم کیا جا سکتا تھا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ ایک مسئلہ میں صحابہ کے جتنے اقوال موجود تھے، فقہاء کرام کے بھی اتنے ہی گروہ بن گئے اور اپنے اپنے فہم اور احوال کے مطابق ہر گروہ نے ایک قول کا اختیار کر لیا۔

احکامِ شرعیہ کی تعبیرات و جزئیات میں اختلاف سے متعلق امام جلال الدین سیوطیؒ کا مؤقف یہ ہے کہ اس ملت میں اختلافِ مذاہب ایک بڑی نعمت اور فضلِ عظیم ہے۔ اختلافِ آئمہ میں بہت لطیف راز پنہاں ہیں جن کا ادراک صرف علماء کو ہے، جہلاء ان سے بے بہرہ ہیں۔ حتیٰ کہ ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض لوگ ایک مذہب کو دوسرے پر فضیلت دیتے ہوئے اعتدال کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں اور دوسرے مذہب کی تنقیص کے درپے ہو جاتے ہیں۔ یہ عمل سراسر عصبیت و جاہلیت ہے اور حقیقی علماء اس فعل سے مبرا ہیں۔ اختلافِ مذاہب اس امت کا خاصہ ہے اور اس شریعت مبارکہ میں توسع کا باعث ہے۔ سابقہ شرائع میں ایک مسئلہ میں ہر کسی کے لیے ایک ہی حکم ہوتا تھا۔ احکام کی جو فروع ہمارے لیے ہیں، ان کے لیے ایسی نہ تھیں کہ وہ کسی ایک کو اختیار کر سکتے۔ اسی لیے سابقہ شرائع میں تنگی تھی۔ ان کے ہاں ناسخ و منسوخ کا تصور نہیں تھا جیسا کہ ہماری شریعت میں ہے، اسی لیے یہود نے نسخ کا انکار کیا۔ ان کی الہامی کتب صرف ایک ہی قراءت پر پڑھی جا سکتی تھیں۔ جب کہ ہماری کتاب سات قراءتوں پر نازل کی گئی۔ ہماری شریعت میں دو دو امور میں اختیار دیا گیا ہے، جیسا کہ قصاص اور دیت میں، سے جس پر بھی عمل کیا جائے، وہ عمل شرعی ہی ہوگا۔ اسی طرح ہمارے لیے فروع میں اختلاف کو روا رکھا گیا ہے جس سے ہماری شریعت میں توسع اور فراخی پیدا ہوگئی ہے، یوں اللہ تعالیٰ نے اسے اتنا آسان بنایا ہے کہ اس میں کہیں بھی عسر و حرج نہیں ہے۔[۲۳]

فقہاء نے قرآن وسنت اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں ہر مسئلہ پر خوب غور و خوض کیا جس سے اس مسئلہ کا ہر ہر پہلو اجاگر ہو کر سامنے آگیا۔ کسی شرعی مسئلہ پر عمل کی جتنی صورتیں ممکن تھیں وہ سب واضح ہو گئیں۔ اس کے نتیجے میں بعد کے علماء اور عامۃ الناس نے اپنے اپنے علاقے اور زمانے کے حالات کے مطابق فقہاء کی آراء کو اختیار کیا اور ان پر عمل پیرا ہو گئے۔ یوں شریعتِ اسلامی کے ہر حکم کے ہر پہلو پر عمل ممکن ہو گیا اور لوگوں کے لیے عمل کرنے میں آسانی ہو گئی۔ شرعی مسائل کے استنباط اور افہام و تفہیم میں اگر فقہاء کرام کی مساعیٔ جمیلہ کارفرما نہ ہوتیں تو ان مسائل کا صرف ایک ہی پہلو ہمارے سامنے آ سکتا جس پر ہر دور اور ہر علاقے کے لوگوں کے لیے عمل درآمد مشکل ہوتا۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی اس کائنات میں پائے جانے والے اصولِ تنوع کے بھی خلاف ہوتی اور شرعی احکام پر عمل کرنے کے حوالے سے انسانی زندگی

جستجو، شمارہ ۹، بزمِ جستجو، شعبہ علومِ اسلامیہ وعربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

میں دشواری کا سبب بھی بن جاتی۔ منشائے ربانی تو یہ ہے:

﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ﴾(۴۴)

''اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے، مشکل نہیں چاہتا۔''

لہٰذا اللہ تعالیٰ کی مشیت یہی تھی کہ مسائلِ شرعیہ کی فروعات میں اختلافِ آراء پیدا ہو جائے اور ہر دور اور علاقے کے لوگ اپنے حالات اور اپنی ضروریات کی رعایت کرتے ہوئے ان مسائل پر عمل پیرا ہوں۔ یوں ہر آدمی کا عمل شریعتِ مطہرہ کے مطابق ہو جائے اور کسی کو تنگی یا حرج کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان مسائل کے ماخذ کو ثبوت و دلالت کے اعتبار سے قطعیت کے ساتھ مؤید نہیں فرمایا بلکہ ظنی رکھا ہے۔ ورنہ جس ذات نے بنیادی احکام کو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت بنا کر نازل فرمایا وہ ان احکام کو بھی قطعیت عطا فرما دیتا۔

اختلاف کے مقابلے میں عام طور پہ اتفاق یا اتحاد کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اتحاد یہ نہیں ہے کہ تمام لوگ ہر ہر بات میں متفق ہو جائیں۔ اتحاد یہ ہے کہ اپنے اختلافات کو باقی رکھتے ہوئے اور ان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے بنیادی اور اساسی مسائل پر اتحاد کا مظاہرہ کیا جائے۔ عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ اختلاف کو اگر کلی طور پہ مٹانے کی کوشش کی جائے تو یہ اختلاف کو بڑھا دیتی ہے، جب کہ اختلاف کو گوارا کرنے کا طرزِ عمل اس کے مثبت اثرات کو اجاگر کر دیتا ہے۔

علمی، فکری اور تعبیری اختلاف نہ صرف مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں، بلکہ دنیا کی ہر قوم میں اور ہر شعبۂ زندگی میں موجود رہا ہے اور اہلِ بصیرت نے اسے مثبت زاویۂ نگاہ سے دیکھا ہے، لیکن عام طور پہ دیکھا گیا ہے کہ نہ صرف عوام بلکہ اکثر اوقات خواص بھی اختلاف کی جائز حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں اور نوبت شخصی و ذاتی نزاع و جدال تک جا پہنچتی ہے۔ فقہی معاملات میں سراسر علمی اختلاف کو دینی افتراق کی شکل دے دی جاتی ہے اور مخالف نکتۂ نظر کے حامی و حامل کی تکفیر تک سے دریغ نہیں کیا جاتا۔ دوسری طرف عامۃ الناس اختلاف کی حقیقت اور اس کے مثبت پہلوؤں کا ادراک نہ رکھنے کی وجہ سے اسے معیوب سمجھتے ہیں اور اسے ہدفِ طعن بنانے سے باز نہیں آتے۔ اس لیے ہر دور میں اصحابِ فکر نے اختلافی معاملات میں تطبیق پیدا کرنے اور دو انتہاؤں پر موجود لوگوں کو قریب لانے کی مسعود کوششیں کی ہیں۔ یہ ایک پورا نظامِ خداوندی ہے کہ اختلاف کے نتیجے میں عمل کی تمام ممکنہ صورتیں بھی واضح ہو جاتی ہیں، عسر و حرج کی جگہ یسر و سہولت لے لیتے ہیں اور تطبیق و توفیق کی کاوشیں مختلف افکار و نظریات میں قرب اور ان کے حاملین میں الفت پیدا کرنے میں بھی معاون ہوتی ہیں۔

فقہی مسالک میں پائے جانے والے فروعی اختلافات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے علمائے امت نے مختلف ادوار میں ان کو قریب لانے کے لیے جمع و تطبیق کی جو مساعی کی ہیں، اس میں نظریۂ تلفیق، اختیار الیسر المذاہب، مراعاۃ الخلاف اور مقاصدِ شریعت جیسے موضوعات نمایاں ہیں۔ یہ تطبیقی تصورات

جستجو، شمارہ ۹، بزمِ جستجو، شعبہ علومِ اسلامیہ و عربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

نہایت اہمیت کے حامل ہیں اوران کے ذریعے اختلافات کی شدت کوکم کرنے کی کامیاب کوششیں کی گئی ہیں۔

دسویں صدی ہجری کے امام عبدالوہاب شعرانیؒ فروعِ دین میں اس امت کے اختلاف کو نتائج کے اعتبار سے لائقِ تحسین اور راہِ ہدایت پر برقرار رہنے کا مضبوط ترین ذریعہ قرار دیا ہے۔(۲۵) آپ نے فروعی اختلافات کے مابین 'میزان' کے نام سے جو تطبیقی تصور پیش کیا ہے وہ ایک نمایاں اور منفرد مقام رکھتا ہے۔ یہ تصور جامعیت کا حامل ہے اور اسے آسانی کے ساتھ روبہ عمل لایا جا سکتا ہے۔ اس تصور کے مطابق بظاہر نظر آنے والا اختلاف درحقیقت عمل کی مختلف شکلیں ہیں۔ شریعت ایک عظیم درخت ہے اور علماء کے اقوال اس درخت کی شاخیں اور ٹہنیاں ہیں۔ اختلاف آئمہ امت کے لیے باعثِ رحمت ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ اس سے ایک طرف اُمت کے لیے تخفیف و سہولت کی کئی صورتیں سامنے آتی ہیں اور دوسری طرف یہ دین میں وسعت و دوام کے اوصاف کا مظہر ہے۔

آپ اختلاف کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بلحاظِ امر و نہی، شریعت کا ایک مرتبہ نہیں بلکہ دو مرتبے ہیں، ایک تخفیف اور دوسرا تشدید۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان اور جسم کے اعتبار سے ہر دور میں مکلف دو اقسام کے ہیں، یا وہ قوی ہوں گے یا ضعیف۔ جو قوی ہیں وہ تشدید اور مبنی بر عزیمت احکام پر عمل کرنے کے مکلف ہیں اور جو ضعیف ہیں وہ رُخصتوں والے احکام پر عمل کرنے کے مکلّف ہیں۔ اس طرح دونوں طرح کے مکلفین ہدایت پر ہوں گے۔ قوی کو رُخصت پر اترآنے کا حکم نہیں دیا جائے گا اور نہ ضعیف کو عزیمت پر عمل کرنے کا پابند کیا جائے گا۔ جو شخص اس میزان پر عمل کرے گا وہ تمام ادلۂ شرعیہ اور اقوالِ علماء کے اختلاف کو رفع کر سکے گا۔(۲۶)

تصوّرِ میزان کے ذریعے آئمہ فقہ کے اقوال میں تطبیق بھی پیدا کی گئی ہے اور فقہ و فقہاء سے متعلق پیدا ہونے والی ان غلط فہمیوں کا ازالہ بھی کیا گیا ہے جن کے مطابق آئمہ اربعہ میں سے ہر ایک کو راہِ حق پر نہیں مانا جا سکتا، اور یہ کہ شریعت اور طریقت الگ الگ اور باہم متناقض و متضاد چیزیں ہیں۔

امام شعرانیؒ کا پیش کردہ تصورِ میزان دراصل آپ کا ایک اجتہادی کارنامہ ہے، جس سے آئمہ فقہ کے باہمی اختلافات میں بایں طور تطبیق ہو جاتی ہے کہ ان کے کسی قول کو رد کرنے یا اس کے خلافِ شریعت ہونے کا قضیہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اس طرح ایک طرف تو آئمہ فقہ کے جملہ اقوال کی تصویب ہو جاتی ہے اور دوسری طرف مکلفین کے لیے یُسر و تخفیف کے کئی پہلو سامنے آ جاتے ہیں۔ یوں شریعتِ اسلامیہ کا تا قیامت قابلِ عمل اور سدا بہار ہونے کا وصف، جو صرف اسی کے شایانِ شان ہے، ظاہر و باہر ہو جاتا ہے۔

اختلاف آئمہ سے متعلق علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ نے جو موقف اختیار کیا ہے وہ اس قدر محتاط اور مبنی بر اعتدال ہے کہ اسلامی فقہ کی تاریخ میں اس کی نظیر کہیں اور نظر نہیں آتی۔ آپ نے اپنی تالیف ''کتاب المیزان'' میں اتحاد بین المسالک کی جو کوشش کی ہے اور ان میں باہم جو تطبیق پیدا فرمائی ہے وہ تراثِ اسلامی کا ایک عظیم سرمایہ ہے۔

جستجو، شمارہ ۹، بزمِ جستجو، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

حوالہ جات

۱۔ الحجرات: ۱۳

۲۔ وشاورھم فی الامر (آل عمران: ۱۵۹)

۳۔ وامرھم شوریٰ بینھم (الشوریٰ: ۳۸)

۴۔ ابن فارس، احمد بن فارس بن زکریا، معجم مقاییس اللغۃ، دمشق: دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۳۹۹ھ، ۲۱۰/۲

۵۔ فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۶ھ، ص: ۸۰۷۔۸۰۸

۶۔ راغب اصفہانی، ابو القاسم حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، بیروت: دار المعرفۃ، س ن، ص: ۱۵۶

۷۔ ایضاً

۸۔ ایضاً

۹۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب اجر الحاکم اذا اجتھد فاصاب او اخطا، رقم الحدیث: ۷۳۵۲

۱۰۔ ترکی، عبداللہ بن عبدالمحسن، اسباب اختلاف الفقہاء، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۳۱ھ، ص ۱۲

۱۱۔ ھود: ۱۱۸ (سورۂ مائدہ کی آیت ۴۸، سورۂ یونس کی آیت ۱۹ اور سورۂ نحل کی آیت ۹۳ سے بھی اسی مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔)

۱۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ (النحل: ۱۳) ''اور جو اس نے زمین میں تمہارے لیے رنگ برنگ کی چیزیں رکھی ہیں اس میں ضرور سبق حاصل کرنے والوں کے لیے نشانی ہے۔''

۱۳۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَ (الروم: ۲۲) ''زمین و آسمان کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف اس کی نشانیوں میں سے ہے، بے شک اس میں علم والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔''

۱۴۔ آل عمران: ۱۰۵

۱۵۔ کفوی، ابو البقاء حسین بن موسیٰ، الکلیات، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۱۹ھ، ص: ۶۱

۱۶۔ محمد عوامۃ، ادب الاختلاف، مدینہ منورہ: دار الیسر، ۱۴۲۸ھ، ص: ۱۳

۱۷۔ علوانی، طٰہٰ جابر فیاض، ادب الاختلاف فی الاسلام، ورجینیا، المعھد العالمی للفکر الاسلامی، ۱۴۱۳ھ، ص: ۲۵

۱۸۔ ابن سعد، محمد بن سعد بصری، الطبقات الکبریٰ، قاہرہ: مکتبۃ الخانجی، ۱۴۲۱ھ، ۱۸۸/۱

جستجو، شمارہ۹، بزمِ جستجو، شعبہ علوم اسلامیہ وعربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

۱۹۔ ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ مالکی، جامع بیان العلم وفضلہ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ: دار ابن الجوزی، ۱۴۱۴ھ، ۲/۹۰۱-۲۰۹۰۔ ایضاً ص:۹۰۲

۲۱۔ دارمی، ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن، المسند الجامع، کتاب العلم، باب اختلاف الفقہاء، بیروت: دار البشائر الاسلامیہ، ۲۰۱۳ء، ص:۲۰۹

۲۲۔ زواوی عیسیٰ بن مسعود، مناقب سیدنا الامام مالکؒ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ، ۱/۸۷

۲۳۔ سیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن، اختلاف المذاہب، قاہرہ: دار الاعتصام، ۱۹۸۹ء، ملخص از ص:۲۵-۲۹

۲۴۔ البقرۃ:۱۸۵

۲۵۔ شعرانی، عبدالوہاب بن احمد، کتاب المیزان، بیروت: دار عالم الکتب، ۱۴۰۹ھ، ۱/۴۳

۲۶۔ شعرانی، کتاب المیزان، ۱/۶۲-۶۳

احسن القواعد الترکیبیہ

درسی عربی کتب کی عبارات کی ترکیب کے قواعد آسان انداز میں

جناب مولانا محمد احسن اویسی کی نئی پیش کش ...... از افادات مفتی لیاقت حسین مظہری صاحب

صدر مدرس جامع العلوم مرکزی عیدگاہ خانیوال

ملنے کا پتہ: دارالعوم حنفیہ غوثیہ پی ای سی ایچ سوسائٹی بلاک ۲ کراچی

ہماری تجوید

حافظ قاری شیخ غلام مصطفیٰ کشمیری

تجوید کے قواعد پر آسان کتاب .... طلبہ مدارس عربیہ کے لئے تحفہ

ملنے کا پتہ: مکتبہ برکات المدینہ جامع مسجد بہار شریعت بہادر آباد کراچی

☆الا بذکر اللہ تطمئن القلوب وتحط الذنوب وبہ یرضی علام الغیوب وبہ تفرج الکروب۔☆